امیر جماعت اور منصب امارت کی حقیقت

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

امیر جماعت اور منصب امارت کی حقیقت

(تحریر فرمودہ ۱۳- دسمبر ۱۹۳۰ء)

بلا اجازت استعفیٰ

پچھلے دنوں چوہدری ابوالہاشم خان صاحب جنرل سیکرٹری صوبہ بنگال نے اپنے کام سے استعفیٰ دے دیا تھا اور اس وجہ سے صوبہ بنگال کے کام میں نقص پیدا ہونے لگا تھا۔ چونکہ پراونشل انجمن کے کارکن مرکز کی منظوری سے مقرر ہوتے ہیں اس وجہ سے چوہدری صاحب سے میں نے دریافت کیا کہ انہوں نے کیوں بلا اجازت استعفیٰ دیا ہے۔ ان کے جواب سے معلوم ہوا کہ وہ موجودہ امیر کے کام سے خوش نہیں ہیں اور ان کے نزدیک بہتر یہی تھا کہ وہ استعفیٰ دے دیں تاکہ اس وجہ سے امیر صاحب کو کام کی طرف زیادہ توجہ پیدا ہو۔ میرے نزدیک یہ جواب ان کا بالکل ناکافی تھا۔ جب ایک افسر خلیفہ کی طرف سے منظور کیا جائے تو وہ صرف خلیفہ کے پاس ہی استعفیٰ پیش کر سکتا ہے اور خلیفہ کے پاس اس کی منظوری لینے سے پہلے استعفیٰ پیش کرنا اسلامی اصول کے مطابق درست نہیں ہے۔ مگر بہرحال چونکہ کام خراب ہونا شروع ہو گیا تھا اور چونکہ امیر کی تعیین مؤقّت ہوتی ہے اس لئے میں نے صوبہ بنگال کے آئندہ نظام کے متعلق جماعت بنگال سے مشورہ لیا اور دریافت کیا کہ مرکز کہاں ہو اور بنگال کا امیر کسے مقرر کیا جائے۔

منصبِ امارت کی حقیقت

جو جوابات موصول ہوئے ہیں ان سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ بنگال کے دوست ابھی پوری طرح امارت کے منصب کی حقیقت اور اس کی غرض کو نہیں سمجھے کیونکہ بہت سے دوستوں نے لکھا ہے کہ ہم لوگ کسی ایک امیر پر متفق نہیں ہو سکتے اس لئے امیر اگر کم سے کم کچھ عرصہ کے لئے قادیان سے آئے تو بہتر ہو گا یا یہ کہ اس وجہ سے ہم رائے نہیں دے سکتے لیکن اگر مجبور ہی کیا جائے تو فلاں یا فلاں

شخص امیر ہوں۔ اس ناواقفیت کو مد نظر رکھتے ہوئے میں چاہتا ہوں کہ اختصار کے ساتھ بتا دوں کہ اسلامی طریق کے مطابق ہر ملک یا علاقہ میں ایک شخص نبی یا خلیفہ کا نائب ہوتا ہے جسے امیر کہتے ہیں۔ یہ شخص خلیفہ کی طرف سے اس علاقہ کا نگران ہوتا ہے اور اس کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق مقامی لوگوں کے مشورہ سے اس صوبہ کے ان امور کا انتظام کرتا ہے جن کا انتظام صوبہ کے سپرد کیا گیا ہو۔ یا ان احکام کی تنفیذ کرتا ہے جو براہ راست خلیفہ یا خلفاء کے مقرر کردہ امراء کی طرف سے جاری کئے گئے ہوں۔ پس یہ عہدہ حقیقتاً انتخابی نہیں بلکہ تعیینی ہے۔ لیکن چونکہ ہر اہم معاملہ میں خلیفہ کے لئے حکم ہے کہ وہ پہلے مشورہ لے لیا کرے اس وجہ سے مقامی لوگوں سے اس کے متعلق مشورہ کر لیا جاتا ہے اور ان کے مشورہ کو مشورہ کی حد تک محدود رکھنے کے لئے یہ شرط لگادی گئی ہے کہ وہ ایک نام پیش نہ کریں بلکہ دو تین نام پیش کریں تاکہ مشورہ کی صورت قائم رہے اور یہ نہ سمجھا جائے کہ امیر کثرت رائے سے مقرر ہوا ہے۔

احباب بنگال کی تجویز

اس تفصیل کے بعد اب میں اصل معاملہ کو لیتا ہوں ناظر صاحب اعلیٰ نے ایک لمبی خط وکتابت کے بعد جو رپورٹ میرے سامنے پیش کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بنگال کے دوستوں میں امارت اور اس کے مرکز کے متعلق بہت کچھ اختلاف ہے۔ مختلف آراء کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف احباب مندرجہ ذیل تجاویز پیش کرتے ہیں۔

۱۔ امیر قادیان سے مقرر ہو کر آئے۔
۲۔ چوہدری ابو الہاشم خان صاحب امیر ہوں۔
۳۔ پروفیسر عبد اللطیف صاحب امیر ہوں۔
۴۔ مولوی ابو طاہر صاحب امیر ہوں۔
۵۔ پروفیسر عبد القادر صاحب امیر ہوں۔
۶۔ امیر سرکاری آدمی نہ ہو۔
۷۔ امیر بنگالی ہو۔
۸۔ مقامی امراء میں سے کوئی شخص امیر ہو۔
۹۔ مرکز کلکتہ ہو۔

۱۰۔ مرکز براہمن بڑیہ ہو۔

۱۱۔ مقامی امیر کا مرکز جب وہ صوبہ کا امیر مقرر ہو صوبہ کا مرکز ہو۔

۱۲۔ کسی صوبہ کے امیر کی ضرورت نہیں۔ ہر اک انجمن براہ راست قادیان سے تعلق رکھے اور اگر ضرور ہی صوبہ کا امیر مقرر کیا جائے تو اس کے اختیارات اور صوبہ کی انجمن کے اختیارات مقامی جماعتوں سے محدود ہوں اور پھر بھی بعض امور میں ان کا تعلق قادیان سے براہ راست رہے۔

ضروری امور

ان سب آراء پر غور کرنے کے بعد اور ان اصول پر غور کرنے کے بعد جو میرے نزدیک اسلام اور سلسلہ احمدیہ کی طرف سے نظام جماعت کے چلانے کے لئے مقرر کئے گئے ہیں میں بعض ایسے امور کا بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو اصولی طور پر بنگال اور دوسرے ممالک یا صوبہ جات کے انتظام میں مُمِدّ ہونگے اور جن پر میرے آئندہ فیصلہ کی بنیاد ہوگی۔

سلسلہ کے مالی کام کا انتظام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات اور احکام سے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سلسلہ کا مالی کام براہ راست ایک شخص کے ہاتھ میں نہ ہو بلکہ انجمن کے ذریعہ سے۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک مقرر ایگزیکٹو کے قیام کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے احکام اور آپ کی تحریرات سے ثابت ہے کہ آپ اس ایگزیکٹو کو تمام دنیا کی جماعت کے لئے نقطۂ اتحادی قرار دیتے ہیں اور پھر یہ بھی آپ کی تحریرات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اس انجمن کے لئے قادیان کا مرکز رہنا ضروری قرار دیتے ہیں لیکن مختلف ممالک کی ضرورتوں کو مد نظر رکھ کر اس انجمن کی آمد کا ایک حصہ مقامی صوبوں یا ملکوں کے سپرد کیا جا سکتا ہے۔

خلافت سے وابستگی کی ضرورت

دوسری طرف آپ کی تحریرات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس جماعت کی ترقی خلافت سے وابستگی کے ساتھ مشروط رکھتے ہیں۔ خلیفہ کو واجب الاطاعت قرار دیتے ہیں اور اس کے وجود کو خدا تعالیٰ کے فضل کا نشان اور ذریعہ فرماتے ہیں جس کے فقدان کے ساتھ سلسلہ کی برکات بھی ختم ہو جائیں گی اور اس سے بغاوت کو شقاوت اور طُغیانی قرار دیتے ہیں۔

خلافت کیلئے مشورہ کی ضرورت

تیسری طرف اسلام سے یہ امر بوضاحت ثابت ہے کہ کوئی خلافت بغیر مشورہ کے نہیں چل سکتی اور یہ کہ جہاں تک ہو خلیفہ کو کثرت رائے کا احترام کرنا چاہئے اور اس کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ سوائے اس صورت کے کہ وہ خدا اور اس کے رسول کی خلاف ورزی کثرت رائے میں پائے۔ یا اسلام کو کوئی واضح نقصان پہنچتا دیکھے یا مشورہ کو جماعت کی کثرت رائے کا آئینہ نہ سمجھے۔ وغیرہ وغیرہ۔

مجلس عاملہ کی حیثیت

ان تینوں امور کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک خلیفہ کو سب کام اپنے ہاتھ سے نہیں کرنے چاہئیں بلکہ ایک مجلس عاملہ کے ذریعہ سے کرنے چاہئیں تاکہ اس کی رائے میں کوئی خاص تعصّب نہ پیدا ہو جائے۔ وہ مجلس عاملہ اپنے دائرہ عمل میں سب دنیا کی جماعتوں کے لئے واجب الاطاعت ہونی چاہئے۔ خلیفہ کو جماعت سے مشورہ لے کر اپنی پالیسی کو طے کرنا چاہئے اور اس مشورہ کا انتہائی حد تک لحاظ کرنا چاہئے اور اس سے یہ امر خود بخود نکل آیا کہ جب جماعت کے مشورہ سے کوئی امور طے ہوں تو مجلس عاملہ اس کی پابند ہو۔ ---------

---

بہترین نظام

جب قادیان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجلس عاملہ کا مرکز قرار دیا ہے تو بدرجہ اَولیٰ خلیفہ اور مجلس شوریٰ کے لئے اس مرکز کی پابندی ضروری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے بہتر نظام کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔ اس نظام میں بغیر کسی حصۂ ملک کو تکلیف میں ڈالنے کے ترقی کی بے انتہاء گنجائش ہے اور باوجود مختلف صوبہ جات کی مخصوص ضرورتوں کو پورا کرنے کے قومیت کے تنگ بندھنوں سے نکالنے کی بھی پوری صورت موجود ہے۔

خلیفہ کے لئے کوئی شرط نہیں کہ وہ کس ملک کا باشندہ ہو۔ انجمن عاملہ کیلئے کوئی شرط نہیں کہ وہ کس ملک کے باشندوں سے چُنی جائے۔ مجلس شوریٰ اپنی بناوٹ کے لحاظ سے لازماً سب دنیا کی طرف سے چُنی جانی چاہئے اور چونکہ بیشتر حصہ اصولی تجاویز کا ایسی مجلس کے ہاتھوں سے گزرنا ہے اس وجہ سے ہر ملک اور قوم کے افراد کو سلسلہ کے کام میں اپنی رائے دینے کا موقع ہوگا اور یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ مسیحی پاپائیت کی طرح کسی خاص قوم کے ہاتھ میں سلسلہ

کا کام چلا جائے گا۔ کیونکہ رومن کیتھولک نظام میں مجلس شوریٰ پوپ کے مقرر کردہ نمائندوں پر مشتمل ہوتی ہے لیکن اسلامی مجلس شوریٰ میں سب مسلمانوں کو نمائندگی کا کافی موقع ملتا ہے۔ پس اس نظام کے ذریعہ سے ہر ملک کو یکساں نمائندگی سلسلہ کے کام میں حاصل ہونے کے لئے راستہ کھلا ہے اور اس کے ماتحت سب دنیا کو ایک نقطہ پر جمع کیا جانا ممکن ہے اور یہی مقصد اسلام کا ہے جو قومیت کے تنگ دائرہ سے دنیا کو نکالنا چاہتا ہے۔

قومیت کی روح

اس میں کوئی شک نہیں کہ قومیت کی روح دنیا پر اس قدر غالب ہے کہ لوگ اس کے احساسات اور جذبات میں لذت محسوس کرنے لگ گئے ہیں اور بجائے اسے ایک خراب شدہ زخم کے ایک نعمت سمجھنے لگ گئے ہیں لیکن۔ باوجود اس کے اس احساس کی اسلام میں گنجائش نہیں اور اس کا قلع قمع کرنا ہمارے لئے ضروری ہے خواہ اس کے لئے کیسی ہی قربانی کیوں نہ کرنی پڑے۔ اپنے قریب کے فوائد کو ترجیح دینے کی بجائے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس دائمی فائدہ کو مدنظر رکھیں جو اسلام دنیا کو پہنچانا چاہتا ہے ورنہ ہم اسلام کا ایک ہتھیار بننے کی بجائے اسلام کے خلاف ایک ہتھیار بن جائیں گے۔ اور اپنے وجود کو اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی ٹھوکر کا موجب بنائیں گے۔

امیر کے فرائض

اس اصل کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف ایک ہی نظام ہے جو صوبہ جات میں قائم کیا جا سکتا ہے اور وہ وہ نظام ہے جو باوجود صوبہ جاتی نظام کے تمام افراد اور جماعتوں کا تعلق مرکز سے قائم رکھے اور ایسا نظام وہی ہو سکتا ہے جس میں ایک تو امیر ہو جو خلیفہ کا نائب ہو۔ جس کا فرض ہو کہ وہ یہ دیکھے کہ ایک طرف تو صوبہ یا ملک کی جماعت خلیفہ اور صدر انجمن احمدیہ کے احکام کی پیروی کرتی ہے اور دوسری طرف یہ دیکھے کہ صوبہ جات کی اکثریت کی طے کردہ پالیسی پر اس کے مقامی عُمّال عمل کرتے ہیں۔ گویا ایک طرف اس کا فرض ہے کہ صوبہ میں مرکز کے احکام کی پابندی کرائے اور دوسری طرف اس کا فرض ہے کہ یہ دیکھے کہ صوبہ کے عُمّال صوبہ کی جماعت کی اکثریت کے تابع چلتے ہیں۔ اور اپنے فرائض کو خودسری سے نظرانداز نہیں کرتے اور اسلامی مساوات اور جمہوریت کی روح کو کچلتے نہیں۔ تیسری طرف یہ دیکھنا بھی اس کا فرض ہے کہ اکثریت اسلام کے منشاء کے خلاف تو نہیں چلتی اور اگر اسے ایسا نظر آئے تو وہ اس کی اصلاح کر کے خلیفہ وقت کے پاس رپورٹ کرے۔

غرض بہترین نظام جسے اگر صحیح طور پر چلایا جائے تو تمام ضرورتوں کو پورا کرتا ہے امارت کا انتظام ہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے مقامی انتظام اور مرکز کی ضرورتیں دونوں پوری ہوتی رہتی ہیں۔

امیر خلیفہ کا نمائندہ ہے

امیر کے لئے ہرگز یہ شرط نہیں کہ وہ اسی ملک کا باشندہ ہو۔ اسلام کے شروع زمانہ میں نوے فیصدی امراء مرکز سے مقرر ہو کر جاتے تھے اور اب بھی ضرورت پر ایسا کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ ہمارے پاس روپیہ نہیں کہ ہم تنخواہیں دے سکیں اس لئے ہم ایسا نہیں کرتے ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ضرورت پر ایسا نہ کیا جائے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ امراء کے تقرر کے وقت مقامی لوگوں کے احساسات کا خیال رکھ لیا جایا کرے۔ پس اگر مقامی جماعت کے مشورہ کے بعد اور یہ دیکھ کر کہ مقرر کردہ امیر پر انہیں کوئی خاص اعتراض نہیں ہے باہر سے بھی امیر مقرر کیا جائے تو اس میں اسلامی نکتہ نگاہ سے کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔ گو میرا طریق عمل یہ ہے کہ مقامی لوگوں میں سے ہی امیر مقرر کرتا ہوں۔ اور میری انتہائی کوشش یہ ہوتی ہے کہ امیر لوگوں کی رائے کے مطابق ہی مقرر کیا جائے مگر اس امر کو بہرحال نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ امیر پبلک کا نمائندہ نہیں ہے بلکہ خلیفۂ وقت کا نمائندہ ہے۔ اس لئے خواہ لوگ کتنا بھی اصرار کریں یہ عہدہ درحقیقت خلیفۂ وقت کا اعتماد رکھنے والے شخص کو مل سکتا ہے اور اس میں وہی حکمت ہے کہ اسلامی نظام اتحاد عالم پر مبنی ہے نہ کہ قومیت پر۔ خلیفہ کے انتخاب کے ذریعہ سے جمہور کی رائے کو ظاہر کرنے کا موقع دے دیا جاتا ہے اور پوری کوشش یہ ہوتی ہے کہ تمام عالم اسلام ایک سِلک میں منسلک رہے اور قومیت کا سوال پیدا ہو کر اس میں رخنہ اندازی نہ کرے۔

احمدی یاد رکھیں

یہ اصول ہیں جن پر سلسلہ کا آئندہ نظام چلایا جائے گا اور سب صوبوں اور ملکوں کے احمدیوں کو انہیں یاد رکھنا چاہئے تا وہ دھوکا نہ کھائیں اور انہیں کوئی دوسرا شخص دھوکا نہ دے سکے۔

بنگال کا سوال

اصولی بحث کے بعد میں بنگال کے سوال کو لیتا ہوں۔ جہاں تک میں نے غور کیا ہے میرے نزدیک کلکتہ چونکہ اس وقت بنگال کا سیاسی مرکز ہے ہمارے کام تبھی سہولت سے چل سکتے ہیں کہ اسی کو ہم اپنا مذہبی مرکز قرار دیں۔ اگر ہمارے لئے ممکن ہوتا کہ ہم پورے وقت کا امیر مقرر کر سکتے اور اس کے ساتھ عملہ بھی پورے وقت کا دے سکتے

تو ہم کلکتہ کو مرکز بنانے پر مجبور نہ ہوتے لیکن موجودہ حالات میں یہی مناسب ہے کہ سرِدست کلکتہ ہی بنگال کا مرکز رہے۔ پس میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ حکیم ابو طاہر صاحب جنہوں نے اپنے گزشتہ رویہ سے یہ ثابت کردیا ہے کہ وہ امارت کے منصب کو خوب سمجھتے ہیں انہیں علاوہ کلکتہ کا مقامی امیر ہونے کے تمام بنگال کا بھی امیر مقرر کیا جائے اور آئندہ کے لئے میں انہیں بنگال کا بھی امیر مقرر کرتا ہوں۔

امیر صوبہ کی مجلس شوریٰ

چونکہ صوبہ کے کام کے لئے وہ صرف کلکتہ کے احباب کے مشورہ پر انحصار نہیں کرسکتے اس لئے میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ امیر صوبہ کی ایک مجلس شوریٰ ہو جس میں صوبہ کے تمام مقامی امراء شامل ہوں اور علاوہ اس کے مبلّغین سلسلہ بھی اس کے ممبر ہوں۔ علاوہ ان کے اگر کسی شخص کو خاص طور پر مرکز کی طرف سے اس غرض سے چُنا جائے یا صوبہ کی انجمنیں اپنے سالانہ اجتماع میں بعض لوگوں کو خاص طور پر اس کام کے لئے تجویز کریں تو ان لوگوں کو بھی اس مجلس کا ممبر سمجھا جائے۔ سرِدست میں علاوہ امراء اور مبلّغین کے چوہدری ابوالہاشم خان صاحب، مولوی مبارک علی صاحب اور پروفیسر عبدالقادر صاحب کو اس مجلس کا ممبر مقرر کرتا ہوں۔

چندہ کے متعلق فیصلہ

بنگال کا جس قدر چندہ ہو سوائے خاص تحریکات کے باقی سب چندہ میں سے ۱/۳ (ایک تہائی) بنگال میں رکھا جانے کی میں اجازت دیتا ہوں کہ اس تینتیس فیصدی میں سے پچیس فیصدی تو مرکزی صوبہ کی انجمن کے سپرد ہو اور بقیہ آٹھ فیصدی ہر اک مقام کی انجمن کو اپنے طور پر مقامی تبلیغ پر خرچ کرنے کا حق حاصل ہو۔ صدقات اور زکوٰۃ میں سے بھی ۱/۳ حصہ بنگال کو وہیں رکھنے کا اختیار ہو اور یہ رقم وہاں کے مستحق غرباء پر خرچ کی جائے اور اس کا اختیار صرف امیر کے ہاتھ ہو کیونکہ ان رقوم کے خرچ کرنے کا انتظام شروع زمانہ اسلام سے خلفاء کے ہاتھ میں چلا آیا ہے۔

صوبہ کی انجمن فوراً کام شروع کردے

صوبہ کی انجمن کو چاہئے کہ اپنے عہدہ دار مقرر کرکے فوراً صوبہ کے تبلیغی اور تعلیمی کام کو چلانے کے لئے کوشش کرے اور زیادہ تر روپیہ تبلیغ پر خرچ کرے۔ کیونکہ تعلیم کا خاص انتظام اس وقت غالباً صوبہ کے لئے مشکل ہوگا۔ جوں جوں جماعت ترقی کرتی چلی جائے گی یہ انتظامات خود بخود پختہ ہوتے چلے جائیں گے اور سہولتیں پیدا ہوتی چلی جائیں گی۔ تعلیم کا کام

سردست مذہبی تعلیم اور تربیت تک محدود رہے تو اچھا ہوگا۔ لیکن میں اس بارہ میں کوئی حکم نہیں دینا چاہتا۔ صرف مشورہ دیتا ہوں کیونکہ میرے نزدیک بہت سا نقصان اس وقت تک ناتجربہ کاری سے صوبہ کی انجمن کو ہوا ہے۔

والسلام

خاکسار

مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی

۱۳۔ دسمبر ۱۹۳۰ء

نوٹ:۔ مقامی مجلس شوریٰ کے مشورہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے حسب ذیل نوٹ تحریر فرمایا:۔

"چونکہ استعفیٰ سے بعض دفعہ غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں اس لئے استعفیٰ دینے سے پہلے بالا افسر سے مشورہ کرلینا ضروری ہے اور میرے نزدیک استعفیٰ کو استئذان سمجھنا موجبِ شر ہوگا۔ نیز میں اس امر سے بھی متفق نہیں ہوں کہ شوریٰ کے متعلق تفصیلی احکام موجود نہیں ہیں۔ میرے نزدیک شوریٰ کے متعلق رسول کریم ﷺ کا تعامل واضح ہے۔ چنانچہ جو مشورہ ایگزیکٹو ہوتا اس میں صرف اپنے انتخاب کردہ لوگوں سے رسول کریم ﷺ مشورہ لیتے تھے اور جو معاملہ تمام قوم پر اثر انداز ہوتا اس میں براہِ راست سب لوگوں سے یا ان کے مقرر کردہ نمائندوں سے مشورہ لیتے۔ پس میرے نزدیک غور اور فکر سے ان سب امور کی تفصیل اسلام سے مل سکتی ہے۔ گو یہ امر صحیح ہے کہ مکان اور زمان کے تغیرات کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام نے ایک حد تک ان امور میں تغیر کرنے کی بھی اجازت دی ہے۔ مگر اصول ضرور واضح اور معیّن ہیں اگر وہ نہ ہوں تو ہم ہدایت کہاں سے حاصل کریں۔

خاکسار

مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی

مؤرخہ ۲۵۔ جنوری ۱۹۳۲ء

(الفضل ۱۱۔ فروری ۱۹۳۲ء)